نام: نوشاد منظر

نگراں: ڈاکٹر محمد سرور الہدیٰ

شعبۂ : شعبۂ اردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

موضوع: افسانے کی تنقید ترقی پسند تحریک یا حال

تلخیص:

افسانے کی روایت جتنی پرانی ہے افسانے کی تنقید بھی اتنی ہی پرانی ہے۔اب تک کی تحقیق کے مطابق اردو کا پہلا افسانہ ''نصیر اور خدیجہ'' ہے جسے راشد الخیری نے لکھا،اور ۱۹۰۳ میں شائع ہوا۔افسانے سے متعلق پہلا مضمون ''اردو زبان اور افسانہ نگاری'' ہے۔سید غلام بھیک نیرنگ کا یہ مضمون مارچ ۱۹۰۳ میں منظر عام پر آیا۔اس طرح افسانے کے ساتھ افسانے کی تنقید نے بھی اپنا سفر شروع کیا۔

افسانے کی نظری اور عملی تنقید کے تعلق سے جو کتابیں اور تحریریں شائع ہوئیں ان کی ایک لمبی فہرست ہے۔میرے تحقیقی مقالے کا موضوع ''افسانہ تنقید: ترقی پسند تحریک تا حال'' ہے۔میں نے اس مطالعے میں ان ناقدین کا انتخاب کیا ہے جن کی تحریروں میں افسانے کے بنیادی اور اہم مسائل کو سمجھنے اور انہیں حل کرنے کی کوشش نظر آتی ہے۔میں نے اپنے مقالے کو چار ابوب میں تقسیم کیا ہے،اور باب کے ذیل میں اہم ناقدین کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔میرے مقالے کے ابواب یوں ہیں:

پیش لفظ:

باب اول: افسانہ کی تنقید: ترقی پسند تحریک سے قبل۔ باب دوم: افسانہ اور ترقی پسند تنقید

باب سوم: افسانہ کی تنقید اور جدیدیت باب چہارم: افسانہ کی تنقید: جدیدیت کے بعد

ماحصل کتابیات

پہلا باب: **افسانہ کی تنقید: ترقی پسند تحریک سے قبل**'' ہے۔ابتدائی دور میں فکشن کی تمام اصناف کے لیے افسانے یا فسانے کا لفظ استعمال ہوتا تھا،لہٰذا،اس دور کے تنقیدی مضامین میں بھی اس کی جھلک ملتی ہے۔عام طور پر افسانے کے انہی ناقدین کا حوالہ آتا ہے جو بہت نمایاں ہیں،افسانے کے فنی سفر کے ساتھ افسانے کی تنقید بھی آگے بڑھتی گئی لیکن افسانے کی تنقید میں ان ناقدین کا ذکر کم آتا ہے،جنہیں ہم افسانے کی تنقید کا بنیاد گزار کہہ سکتے ہیں۔بے شک افسانے کی تنقید ابتدا میں ترقی یافتہ نہیں تھی مگر افسانہ جس طرح دھیرے دھیرے ترقی کرتا گیا افسانے کی تنقید بھی ترقی کے منازل طے کرتی چلی گئی۔اگر ہم افسانے کی ابتدائی تنقید کو سادہ اور معصوم کہتے ہیں تو ہمیں ابتدائی دور کے افسانوں کو بھی سادہ اور معصوم کہنا پڑے گا۔لہٰذا افسانے کی ابتدائی تنقید اور ابتدائی دور کے افسانے دونوں ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں۔یہ باب اس لحاظ سے بھی اہم اور بامعنی ہے۔افسانے کے ابتدائی نقادوں نے کس طرح افسانے کو دیکھا اور بعد کو جو افسانے کی تنقید لکھی گئی،اس سے اس کا کیا رشتہ قائم ہوتا ہے۔ابتدائی دور کی تخلیقات میں داستانوی رنگ حاوی ہے،بعض ناقدین نے بھی داستانوی رنگ اور فضا کو افسانے کے لیے اہم بتایا ہے۔یہی نہیں،اس دور کے ناقدین نے مقامیت پر بہت زور دیا ہے۔ساتھ ہی واقعات کی پیش کش میں سادگی،سماجی مسائل اور حقیقت پسندی کو اہمیت دی گئی۔حالانکہ بعض نقاد ایسے بھی تھے جنہوں نے افسانے میں تخئیل اہم بتایا ہے۔کچھ نقادوں نے ادب اور جمالیات کے رشتے کی اہمیت کو پیش کرنے کی کوشش ضرور کی مگر بیشتر نقادوں نے افسانے کے لیے جنسی موضوعات سے اپنی ناپسندیدگی دکھائی ہے۔اس دور کی تنقید میں سماجی مسائل اور اجتماعی زندگی کی تصویر واضح طور پر نظر آتی ہے۔

ترقی پسند تحریک سے قبل افسانے کی تنقید کا کوئی اصول کوئی ضابطہ مقرر نہ تھا،اور نہ ہی اس جانب کوئی پیش رفت نظر آتی ہے،اس کی دو وجہیں سمجھ میں آتی ہیں اول تو افسانے کی عمر کم تھی دوئم ناقدین کی بے توجہی۔ناقدین کی پسند اور ناپسند کو بڑا دخل تھا۔میں نے جن مضامین کا مطالعہ کیا ہے اس کی روشنی میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور کے ناقدین نے رومانوی افسانہ نگار یعنی سجاد حیدر یلدرم،نیاز فتح پوری اور مجنوں گورکھ پوری جیسے معاصر افسانہ نگار کو نظر انداز کیا،اور اس کی ایک بڑی وجہ ان ناقدین کی سرسید تحریک سے وابستگی یا اس کے

اثرات کو بتایا جاسکتا ہے۔شاید یہی وجہ تھی کہ جن ناقدین نے رومانی افسانہ نگاروں کا ذکر کیا ہے، اسے انہوں نے فحش نگاری کو فروغ دینے والا بھی بتایا ہے۔

مقالے کا دوسرا باب **''افسانہ اور ترقی پسند تنقید'' ہے**۔اردو ادب کی تاریخ میں ترقی پسند عہد کئی معنوں میں کافی اہم ہے، تخلیقی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ اس دور میں تنقید پر بھی خاص توجہ دی گئی۔ادیبوں کے لیے کچھ اصول مقرر ہوئے، اور مقصدی ادب کے فروغ پر توجہ صرف کی گئی۔اس دور میں افسانہ نگاری کے ساتھ ساتھ افسانے کی تنقید کا دائرہ بھی وسیع ہوا۔ترقی پسند تحریک سے قبل جہاں باضابطہ افسانہ تنقید کی جانب توجہ نہیں دی گئی، وہیں ترقی پسند عہد میں اس جانب خاص توجہ دی گئی۔سید احتشام حسین، سید وقار عظیم اور عزیز احمد نے اس جانب خاصہ توجہ دی۔میں نے اس باب میں محمد حسن، قمر رئیس اور عابد سہیل کی تنقیدات کا مطالعہ بھی کیا گیا ہے۔ترقی پسندوں کا اپنا مقصد تھا، انہوں نے دوسری اصناف کی طرح افسانے میں بھی ادب برائے زندگی کی اہمیت پر زور دیا۔اپنے اس مقصد کے حصولیابی کے لیے انہوں نے افسانہ کے لیے حقیقی واقعات کو اہم بتایا ہے۔افسانے کے لیے پلاٹ، کردار اور مقام یا زمان و مکان کے پس منظر کو اہم بتایا گیا۔افسانہ اور نفسیات کے ربط پر گفتگو ہوئی۔نقادوں نے ادب کے ماضی کے رشتے پر زور دیا ہے۔

مقالے کا تیسرا باب **''افسانہ کی تنقید اور جدیدیت''** ہے۔۱۹۶۰ کے آس پاس جدیدیت کا آغاز ہوا۔ترقی پسند تحریک کی منظّم کوشش اور ادب میں اجتماعی زندگی کی پیش کش سے مجبور چند ادیب تو شروع میں ہی اس تحریک سے الگ ہو کر حلقہ ارباب ذوق کے نام سے ایک نیا گروپ بنا چکے تھے، مگر اس کا دائرہ شاعری تک محدود رہا۔۱۹۶۰ کے بعد اردو ادب کے تمام اصناف میں تبدیلیاں نظر آنے لگی۔اس دور میں کئی اہم افسانہ ناقد ابھر کر سامنے آئے۔شمس الرحمٰن فاروقی، محمد حسن عسکری، شمیم حنفی وغیرہ کے نام اہم ہیں۔جدیدیت نے علامت اور تجرید پر زور دیا۔جدیدیت کے زمانے میں افسانے میں بیانیہ سے انحراف، فکشن اور شاعری کے درمیان ٹوٹتی حد بندیوں اور ان کے درمیان رشتے پر بھی گفتگو ملتی ہے۔علامتی کردار نگاری پر توجہ دی گئی۔انفرادی جذبات و احساسات کی پیش کش کے ساتھ جنسی موضوعات کو بھی پیش کیا گیا، ساتھ ہی علامتوں کے استعمال پر بھی زور ملتا ہے۔اس دور میں کہانی پن سے انحراف کی کوشش بھی ملتی ہے۔

مقالے کا چوتھا باب **''افسانہ کی تنقید: جدیدیت کے بعد''** ہے۔۱۹۸۰ کے بعد کو اردو افسانے کی تنقید کا عہد زریں بھی کہہ سکتے ہیں۔اس دور کے اہم ناقدین جن کا مطالعہ میں نے اپنے مقالے میں کیا ہے ان میں گوپی چند نارنگ، وارث علوی، فرمان فتح پوری، حامد کاشمیری اور مہدی جعفر وغیرہ اہم ہیں۔جدیدیت کے بعد کی تنقید کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ اس دور کے ناقدین نے سماجی زندگی کی تہہ در تہہ حقیقت اور زندگی سے فرار کے بجائے زندگی کی جانب واپسی پر زور دیا۔افسانے میں تبدیلی کی بات تو قبول کی مگر اس شرط پر کہ اس کے خدوخال کو تبدیل نہ کیا جائے۔افسانے کی شعریات وضع کرنے کی کوشش کی گئی، اور اس بات پر زور دیا گیا کہ ادب کو پرکھنے کی جو کسوٹیاں بنائی گئی ہیں، ان کا اطلاق صرف شعری تخلیقات پر ہی ہوتا ہے اور افسانوی ادب کے معیار کو آنکنے کے لیے اس کے اپنے معیاروں کی ضرورت ہے۔

ان ابواب کے علاوہ میں نے ماحصل میں اپنے مقالے کا نچوڑ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔کتابیات کے ذیل میں معاون کتب کی فہرست دی گئی ہے۔

میں نے افسانے کی تنقید کے آغاز سے لے کر اب تک کہ اہم ناقدین کی تنقید کا جائزہ لیا ہے۔ظاہر ہے تمام ناقدین اور ان کی تحریروں کا احاطہ ایک خاص مدت میں مکمل کرنا مشکل ہے، لہٰذا میں نے کوشش کی ہے کہ افسانہ کے ان ناقدین کی تنقید کا مطالعہ پیش کروں جو اہم ہیں اور جن کی تحریر حوالے کی حیثیت رکھتے ہیں۔مجھے اس موضوع کے وسعت کا احساس ہے اور مطالعے کے دوران میں نے یہ محسوس کیا ہے کہ افسانے کے چند ہی ایسے ناقدین ہیں جن کے یہاں نظری اور عملی سطح پر مباحث قائم کرنے اور افسانے کے تجزیے کی سنجیدہ کوشش نظر آتی ہے، لہٰذا جن ناقدین کا انتخاب کیا گیا ہے انہیں افسانے کے سلسلے میں بنیاد گزار بھی کہا جاسکتا ہے، اور اس روایت کو آگے بڑھانے والا بھی۔اس اعتبار سے یہ تمام ناقدین افسانے کی تنقید کے سلسلے میں بنیادی حوالے کی حیثیت رکھتے ہیں۔افسانے کی تنقید کا مطالعہ کرتے ہوئے میں نے محسوس کیا ہے کہ افسانے کے ساتھ ساتھ تنقید بھی ترقی کرتی گئی۔ابتدائی تنقید نظریات سے مبرا ہے، یہی نہیں ابتدا میں تنقید کا کوئی اصول بھی مقرر نہ تھا۔ناقدین کی پسند ناپسند کو بڑا دخل تھا۔مگر جیسے جیسے افسانہ ترقی کرتا گیا اس کی تنقید بھی ترقی کرتی گئی۔آج افسانے کی تنقید پر اچھا خاصا مواد موجود ہے، مگر اس ذخیرے میں ہر قسم کے مضامین شامل ہیں۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان تحریروں کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔

نوشاد منظر

ریسرچ اسکالر، شعبۂ اردو

جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی۔۲۵